معارف السنة النبویة

طالب علم کیا نیت رکھے؟

حدیث پاک کی روشنی میں

تحریر
مولانا محمود اشرف عثمانی
استاذ الحدیث و نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی

ناشر
ادارہ اسلامیات
کراچی — لاہور

طالب علم کیا نیت رکھے؟

(حدیث پاک کی روشنی میں)

تحریر

محمود اشرف عثمانی

نائب مفتی دارالافتاء واستاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

ناشر

ادارہ اسلامیات کراچی لاہور

کتاب کا نام : طالب علم کیا نیت رکھے؟

طبع اول : ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ دسمبر ۲۰۰۹ء

نام مؤلف : حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہ العالی

نائب مفتی دارالافتاء واستاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

کمپوزنگ : فرید الاسلام (0321-8776961)

ناشر : ادارۂ اسلامیات کراچی لاہور

طلب فرمایئے

ادارۂ اسلامیات موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی، فون: ۰۲۱/۳۲۷۲۲۴۰۱

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان فون: ۰۴۲/۳۷۲۴۳۹۹۱_۳۷۵۳۲۵۵

ادارۂ اسلامیات دینا ناتھ مینشن مال روڈ، لاہور، فون: ۰۴۲/۳۷۳۲۲۷۸۵_۳۷۳۲۴۴۱۲

﴾ ملنے کے پتے ﴿

بیت العلوم : ۲۶ نابھہ روڈ لاہور

ادارۃ المعارف : ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مکتبہ معارف القرآن : ڈاک خانہ جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مکتبہ دارالعلوم : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

دارالاشاعت : ایم اے جناح روڈ کراچی نمبر ۱

بیت القرآن : اردو بازار، کراچی نمبر ۱

بیت الکتب : نزد اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی

ادارہ تالیفات اشرفیہ : بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر

ادارہ تالیفات اشرفیہ : جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد بہاولنگر

فہرست

طالب علم کیا نیت رکھے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ أجمعین أما بعد:

حدیث شریف

عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ. رواہ الترمذی

(مشکوۃ۔مرقاۃ:۱/۲۷۸)۔

ترجمہ:

جس شخص نے علم اس لئے تلاش کیا کہ وہ اس علم کے ذریعہ علماء کے ساتھ دوڑ لگائے یا اس کے ذریعہ بے وقوفوں سے مناظرہ کرے، یا اس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جہنم میں داخل کرے گا (ترمذی شریف)۔

راوی:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ معروف صحابیٔ رسول ہیں انصارِ مدینہ کے قبیلہ

خزرج سے تعلق رکھتے تھے، "السابقون الأولون" میں سے ہیں، ہجرت سے پہلے "عقبۂ ثانیہ" میں جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کو مدینہ منورہ تشریف لانے پر آمادہ کیا ان میں بھی شامل تھے، یہ شاعر تھے، ان کا شمار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء میں ہوتا ہے، بدر کے علاوہ تمام غزوات میں آپ کے ہمراہ جہاد میں شامل رہے، غزوۂ تبوک میں یہ اور ان کے دو ساتھی حضرت مرارہؓ بن الربیع اور حضرت ہلالؓ بن امیہ سفر جہاد میں نہیں گئے تو ان تینوں پر عتاب ہوا جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہے وعلی الثلاثة الذین خلفوا..... الآیة (توبہ:١١٨) ان تینوں حضرات کے ناموں کے ابتدائی حروف کا مجموعہ "مکہ" ہے، جس کے ذریعہ سے ان کے ناموں کو بآسانی یاد رکھا سکتا ہے، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے، ۵۰ھ میں انتقال ہوا جبکہ ان کی عمر ستتر سال تھی۔ رضی الله عنه وأرضاه۔

روایت:

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد کتب حدیث میں روایت کی گئی ہے لیکن سب الفاظ کا مفہوم اور نتیجہ تقریباً ایک ہی ہے یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی گئی ہے موقوف بھی اور مقطوع بھی۔ معروف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سیدنا حضرت کعب بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت انس بن مالک، حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم اجمعین نے اس حدیث کو ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا ہے جبکہ سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے اس کی روایت موقوفاً ہے۔(مزید تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)۔

مشکل الفاظ:

(الف) لِيُجَارِیَ بِهِ الْعُلَمَآءَ: " يُجَارِیُ، جَرٰی يَجْرِیُ " سے "بَابِ مُفَاعَلَه" کے مضارع کا صیغہ ہے "جَرٰی" کے معنی ہیں دوڑنا اور " مُجَارَاةٌ" کا مطلب ہے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لیے دوڑ لگانا۔

(ب) أَوْ لِيُمَارِیَ بِهِ السُّفَهَآءَ: "سُفَهَآء" "سفيه" کی جمع ہے اور اس کا مطلب ہے بے وقوف جاہل اور "مُمَارَاةٌ" کا لفظ "مرآء" یا "مرية" سے نکلا ہے جن کے معنی شک اور جھگڑے کے ہیں اور "مُمَارَاةٌ" کا مطلب ہے ایک دوسرے سے بحث کرنا، ایک دوسرے کو شک میں ڈالنا، مناظرہ کرنا۔

(ج) أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ: "صرف الوجوه" کا مطلب ہے چہروں کو اپنی طرف پھیرنا، لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا۔

تشریح:

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دین حاصل کرنے والوں کو تین غلطیوں سے روکا ہے کہ وہ علم دین اس لئے حاصل نہ کریں کہ:

۱: میں بڑے بڑے علماء کے ساتھ ریس (Race) لگاؤں گا۔

۲: باطل فرقوں کے ساتھ مناظرے کروں گا۔

۳: عام لوگوں کی نگاہوں میں بلند مقام حاصل کروں گا۔

جب یہ تینوں نیتیں غلط ہوئیں تو اب سوال یہ ہے کہ پھر علم دین کا مقصد کیا ہونا

چاہیے؟ اس سوال کا جواب اگرچہ اس حدیث میں نہیں دیا گیا لیکن قرآن مجید اور دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین کا اصل مقصد صرف دو چیزیں ہونی چاہئیں:

(۱) دین کو سمجھنا کہ مجھے دین کے احکام، اس کی حدود اچھی طرح سمجھ میں آجائیں تاکہ عمل کرنا آسان ہو۔ اور (۲) یہ کہ میرا پروردگار مجھ سے راضی ہو جائے۔ قرآن مجید میں اس مقصد کو اس طرح تعبیر فرمایا گیا ہے:

لیتفقهوا فی الدین (سورة التوبة: ۱۲۲).

تاکہ انہیں دین کی سمجھ حاصل ہو جائے۔

اور ایک حدیث شریف میں یہ مقصد ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

من تعلم علما مما یُبتغیٰ به وجه اللّٰه..... الحدیث

جس نے وہ علم سیکھا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے

قرآن اور حدیث کے ان دو حوالوں سے معلوم ہوا کہ علم دین حاصل کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ مجھے دین سمجھ آجائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکے۔

بلکہ کئی اکابر نے طالب علمی کے زمانہ میں اس مقصد کو بھی پسند نہیں کیا کہ میں یہ علم حاصل کر کے آگے لوگوں کو سکھاؤں گا، کیونکہ اس نیت میں مخلوق بھی بطور مقصد شامل ہو جاتی ہے، جو کامل اخلاص کے منافی ہے، علم دین تو صرف اور صرف اس لیے حاصل کرنا چاہیے کہ مجھے دین کی سمجھ آجائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے باقی رہی لوگوں کو تبلیغ و تعلیم، تصنیف و تالیف، تقریر و خطابت، وعظ و نصیحت کی خدمت تو یہ علم کا

مقصود اصلی نہیں ہیں بلکہ علم دین حاصل ہو جانے کے بعد کے ثانوی احکام ہیں، جو علم دین حاصل کرنے کے بعد بوقت ضرورت اور بوقت حاجت عالم کے ذمہ آجاتے ہیں اور علم دین حاصل کرنے کے بعد وہ عالم محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ان سب کاموں تعلیم و تبلیغ، تصنیف و تالیف، تقریر و خطابت اور وعظ و نصیحت کو اپنے اپنے وقت پر بجالاتا ہے واضح رہے کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں، لیکن یہ طلب علم کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ حصول علم کے بعد کی ذمہ داری اور اس کے نتائج و ثمرات میں سے ہیں لہٰذا طالب علم کو علم دین حاصل کرتے وقت تو صرف یہ نیت کرنی چاہئے کہ مجھے دین سمجھ میں آجائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرسکوں۔

اب اس حدیث شریف میں طالب علموں کو تین غلط نیتوں سے روکا گیا ہے وہ یہ ہیں:

ا۔ یہ نیت رکھنا کہ میں بڑے بڑے علماء کے ہم پلہ ہو جاؤں گا، ان کے ساتھ برابری کرونگا اور علم میں ان سے آگے بڑھ کر کام کروں گا۔

۲۔ باطل فرقوں اور بے وقوف لوگوں کے ساتھ مناظرہ کروں گا اور ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کر کے انہیں زیر کروں گا۔

۳۔ اس علم کے ذریعہ میں معاشرہ میں ایک مقام حاصل کرونگا اور مخلوق خدا اور عام مسلمانوں کی نگاہ اور توجہ کا مرکز بنوں گا۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ تینوں نیتیں اگر اسی طرح کے عام الفاظ کے ساتھ بیان کی جائیں یا ان پر اخلاص کا ظاہری رنگ چڑھا دیا جائے تو پہلی نظر میں ان تینوں نیتوں

میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص میں ان تینوں نیتوں میں سے کوئی بھی نیت پائی جائے گی اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

اور وجہ وہی ہے کہ ان تینوں نیتوں میں اصل مقصود نہ خود دین کو سمجھنا ہے نہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا، بلکہ تینوں نیتوں میں مخلوق اور لوگ ہی علم دین کا مقصد ہیں (کہیں جلباً کہیں سلباً) اور طالب علم ساری محنت لوگوں کے لیے کر رہا ہے۔ حالانکہ اسے ساری محنت اپنے آپ کو درست کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرنی چاہیے تھی۔ لوگوں کو اپنی نیت کا محور یا مقصود بنانا درست ہی نہ تھا۔ ان تینوں نیتوں کی علیحدہ علیحدہ تشریح درج ذیل ہے:

۱. لیجاری به العلماء

(تا کہ علماء کے ساتھ دوڑ لگائے)

اگر کوئی طالب علم، علمِ دین اس نیت سے حاصل کرے کہ میں یہ علم حاصل کر کے بڑے بڑے علماء کے ہم پلہ ہو جاؤں گا بلکہ ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا، جس میدان میں وہ کام کر رہے ہیں اس میدان میں ان سے آگے بڑھ جاؤں گا تو یہ سب نیتیں علم دین کے اصل مقصد کے خلاف ہیں اور ایسے شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔

واضح رہے کہ کسی بڑے عالم دین کی خدمات کی قدر کرنا یا اس کی اچھی باتوں کی پیروی کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے لیکن علم دین کا مقصد اس کی ذات کو

قرار دے کر دینی منصب میں اس کے ساتھ برابری کی خواہش کرنا یا دینی خدمات میں ان سے آگے بڑھنے کی خواہش کو علم دین کا مقصد بنانا غلط ہے لہٰذا کسی عالم یا قابل قدر علماء سے ریس (Race) لگانا، ان کے ساتھ برابری کی نیت اور پھر ان سے آگے بڑھنے کی نیت رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس اجمال کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس انسان کو پیدا کیا ہے تنہا پیدا کیا ہے، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے تنہا ہے اس کی ہر چیز حتی کہ اس کی شکل صورت اس کی انگلیوں کے پوروں کی لکیریں تک دوسرے تمام انسانوں سے مختلف ہوتی ہیں، اس کی خوبیاں، اس کی اچھائیاں، اس کی صفات، اس کے اخلاق، اس کی سمجھ بوجھ، اس کا علم وفہم، دوسرے تمام انسانوں سے مختلف ہوتا ہے، وہ اس کائنات میں اپنی صفات کے اعتبار سے تنہا آتا ہے، اور تنہا ہی آگے آخرت کی طرف چلا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ ہوں یا امام بخاریؒ، حافظ ابن حجرؒ ہوں یا کوئی بھی عالم آپ بالکل ان جیسے ہو ہی نہیں سکتے، ہم اور آپ یہ خواہش تو کر سکتے ہیں کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں، ان جیسی صفات حسنہ ہمارے اندر بھی پیدا ہوں، ان جیسی دینی خدمات کی توفیق ہمیں نصیب ہو، لیکن کوئی شخص یہ چاہے کہ میں حافظ ابن حجر بن جاؤں تو یہ کیسے ممکن ہے؟ حافظ ابن حجرؒ تو دنیا میں ایک ہی تھے، وہ دوبارہ آپ کی شکل میں کیسے پیدا ہو سکتے ہیں؟-- لہٰذا کسی طالب علم کا یہ تصور کرنا کہ میں بالکل فلاں عالم کی طرح ہو جاؤں بنیادی طور پر ہی غلط تصور ہے، کوئی شخص بعینہ دوسرے عالم کی طرح ہو ہی نہیں سکتا، ہاں آپ یہ دعا کر سکتے ہیں کہ مجھے بھی ان جیسی صفات حسنہ نصیب ہوں اور ان جیسی

مقبول دینی خدمات کی توفیق مجھے بھی نصیب ہو۔

جب یہ بات ہے کہ ایک شخص کا بالکل دوسرے شخص کی طرح ہونا ممکن ہی نہیں تو یہ تمنا اور خواہش کرنا کہ میں فلاں بزرگ، فلاں عالم کی طرح ہو جاؤں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ جاؤں کیسے درست ہو سکتا ہے، بلکہ اس نیت میں کہ فلاں عالم کے ہم پلہ اور اس کے برابر ہو جاؤں، برابری کا دعویٰ اور برابری کی خواہش ہے جو ایک طرح سے تکبر میں داخل ہے، اور پھر یہ خواہش کہ ان سے بھی آگے بڑھ جاؤں، تکبر، حرص اور حسد جیسے حرام گناہوں کو جنم دینے والی خواہش ہے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں اس کی سخت مذمت ارشاد فرمائی کہ جو شخص علم دین اس مقصد سے حاصل کرے گا کہ میں علماء کے ساتھ ریس (Race) لگاؤں گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

۲ أو ليماري به السفهآء

(یا علم دین کے ذریعہ بے وقوفوں سے مناظرہ (جھگڑا) کرے گا)

اس دوسرے جملہ کی تشریح یہ ہے کہ بعض اوقات طالب علم کی نیت میں مخلوق کا مقصد منفی طور پر داخل ہو جاتا ہے، یعنی وہ اہل باطل، بے علم اور بے وقوف لوگوں سے مناظرہ، ان کے ساتھ مسلسل مخاصمت، کو اپنے علم دین اور اپنی زندگی کا مقصود بنا لیتے ہیں، یہ مقصد بھی غلط ہے، واضح رہے کہ اگر مخلوق انسان کے علم کا مقصود ہو خواہ جلباً (جیسے پہلے جملہ میں تھا) اور خواہ سلباً (جیسے دوسرے جملہ میں ہے) دونوں طرح غلط ہے۔ مخلوق کو علم دین کا مقصود بنانا وہ بنیادی غلطی ہے جس سے بچنا طلبہ کے لیے لازم ہے۔

اب ہوتا یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں مختلف طرح کے اہل باطل کا زور ہوتا ہے، ان کی شرارتوں، ناجائز حرکات وسکنات، ان کی خلافِ دین باتوں کو دیکھ کر اور سن کر ایک دیندار شخص قدرتی طور پر متنفر ہوتا ہے اور یہ تنفّر طبعی بات بھی ہے، اور شریعت کے عین مطابق بھی، یہ بُغض فی اللہ میں داخل ہے جو احبّ الاعمال الی اللہ میں سے ہے (مشکوٰۃ) لیکن اس طبعی اور شرعی نفرت کا بھی ایک حد میں رہنا بہت ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ یہ نفرت اور تنفّر ہی آدمی کی دینی زندگی کا مقصود بن کر رہ جائے!

اب اگر کوئی شخص کسی باطل فرقہ، باطل طبقہ یا باطل لوگوں سے نفرت ہی کو اپنا مقصود بنا لے اور قرآن وحدیث، اجماع اور قیاس پر مبنی علم دین اس لیے حاصل کرے کہ میں ان باطل لوگوں سے مناظرہ کروں گا اور ان کی مخالفت میں اپنی زندگی وقف کردوں گا، تو بدیہی طور پر یہ ایک غلط طرزِ عمل ہوگا۔

قرآن وحدیث کا علم تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہے اپنی دنیا وآخرت کو درست کرنے کے لیے ہے اور جنت میں پہنچنے کے لیے ہے اس عظیم علم کا مقصد گھٹیا لوگوں کی مخالفت کو بنالینا خود اس علم کی توہین ہے، یہ ٹھیک ہے کہ باطل طبقات اور باطل نظریات کی تردید بھی علم دین کا ایک حصہ ہے۔ لیکن یاد رہے کہ وہ ایک حصہ ہے، مقصود اصلی نہیں ہے، اسے مقصود اصلی بنالینا غلط ہے۔

اور اس کی کئی وجوہات ہیں:

(الف) علم دین کا مقصد تو ''ابتغاء وجہ اللہ'' اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا، باطل فرقوں کی مخالفت کو علم دین کا اصل مقصد بنالینا

حدیث کے خلاف ہے۔

(ب) دوسری وجہ یہ ہے کہ باطل نظریات کی تردید ایک دینی عمل تو ہے لیکن اسے دین کا مقصود بنالینا شریعت کی حدود سے تجاوز ہے، اس کی آسان مثال طہارت اور وضوء ہے کہ وہ دین کے اعمال میں شامل ہیں اور باعثِ اجر وثواب ہیں لیکن بذات خود مقصود نہیں بلکہ عبادات کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اگر کوئی شخص طہارت اور وضوء ہی کو اپنی زندگی کا مقصد بنالے گا تو یقیناً وہ حد شرعی سے تجاوز کرے گا۔

(ج) تیسری وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص باطل طبقہ اور باطل نظریات کی تردید کو اپنا مقصود بنائے گا تو وہ اس کی زندگی اور اس کی دلچسپیوں کا محور بن جائیں گے، وہ اکثر اوقات انہی کی سوچ میں مبتلا رہے گا، اس کی نظر، اس کے اعمال، اس کے تفکرات کا محور وہی باطل فرقہ، باطل طبقہ ہوگا۔ کیا یہ بات اچھی ہوگی کہ آدمی کی فکر ونظر کا محور ہمیشہ گندگی کی صفائی رہے؟ اور وہ ہر وقت گندگی کی تلاش میں رہے تاکہ اسے صاف کرسکے!

(د) چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی کسی فرقہ یا طبقہ کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور ہر حالت میں اس طبقہ کو زیر کرنے کی شدید رغبت اس کے دل میں رہتی ہے اور صبح شام وہ اسی فکر میں رہتا ہے تو بسا اوقات وہ خود نظریاتی اور فکری طور پر شرعی حدود سے نکل جاتا ہے یہانتک کہ وہ مخالف طبقہ یا مخالف شخص کے جائز کاموں کو بھی ناجائز سمجھتا ہے حالانکہ کوئی بھی شخص کتنا ہی گنہگار، کافر یا قابل نفرت کیوں نہ ہو اس سے جائز افعال بہرحال صادر ہوتے ہیں، وہ جائز افعال اگرچہ بارگاہ خداوندی میں مقبول نہ ہوں لیکن ان جائز

المعاں کونا جائز کیسے کہا جا سکتا ہے؟

کسی کی دشمنی پر اس طرح اُتر آنا کہ انصاف کے شرعی تقاضے بھی پامال ہو جائیں خود ممنوع ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے:

"لا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا

هو اقربُ للتقوی و اتقوا الله"

ترجمہ: کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہی تقوی سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو (سورۂ مائدہ آیت:۸)

(ہ) پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بھی باطل فرقہ یا باطل طبقہ کو اپنے علم یا اپنی زندگی کا مقصود بنائے گا اور صبح شام اسی کی فکر میں غلطاں رہے گا، تو اس بات کا قوی خطرہ ہے کہ وہ خود بھی ان فکری اور نظریاتی جراثیم سے محفوظ نہ رہ سکے گا، اور اعتدال کی شرعی حدود سے متجاوز ہو کر خود افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جائے گا، واضح رہے کہ باطل فرقہ کے باطل ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ فکری نظریاتی طور پر سنگین غلطیوں میں گرفتار اور افراط یا تفریط میں مبتلا ہے اور جو شخص ہمہ وقت ان کے ساتھ مصروف رہے گا اس کے بارے میں ظن غالب ہے کہ وہ خود بھی افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جائے گا، کبھی تو اس طرح کہ اس باطل فرقہ کی افراط یا تفریط اس میں منتقل ہو جائے گی، اور کبھی اس طرح کہ وہ باطل فرقہ اگر افراط میں مبتلا ہے تو یہ تفریط میں مبتلا ہو جائے گا اور اگر وہ تفریط میں مبتلا ہے تو یہ افراط میں گرفتار ہو جائے گا۔

اس کی مثالیں ہمیں عملی زندگی میں بھی نظر آتی ہیں کہ جو شخص شیعہ فرقہ کی تردید کو اپنی زندگی کا محور بناتا ہے وہ اکثر خارجی فرقہ کی برائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے، جب وہ شیعہ کو دیکھتا ہے کہ انہوں نے اماموں کو اور اہل بیت کو معصوم قرار دے کر نبی علیہ السلام کے ہم پلہ کر دیا ہے تو وہ ان کے منصب کو اس سے نیچے لانے کے لیے بعض اوقات اہل بیت کی شان میں کوتاہی کرنے لگتا ہے۔ بلکہ شیعہ کی مخالفت میں یزید کی تعریف و منقبت کو اپنے دینی کام کا ایک حصہ تصور کرنے لگتا ہے۔

اسی طرح جو شخص اہل بدعت کی تردید کو اپنی علمی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے وہ اکثر غیر مقلدین کے نظریات سے متاثر ہو کر ''متوحدین'' کی صف میں شامل ہو جاتا ہے اور تصوف اور اولیاء اللہ سے بیزاری کا رویہ اختیار کرنے لگتا ہے۔

ادھر جو شخص غیر مقلدین اور متوحدین کی تردید کرتے ہوئے تصوف اور اولیاء اللہ کا دفاع کرتا ہے وہ بعض اوقات شرعی حدود کو پامال کر کے اہل بدعت کی گود میں جا بیٹھتا ہے۔ یہ سب افراط و تفریط کی مثالیں ہیں جو ہم اپنے گردو پیش میں دیکھتے ہیں کہ کس طرح مخلص اور متدین حضرات باطل فرقوں کا رد کرتے کرتے خود افراط و تفریط میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اسی لیے اس حدیث میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص بے وقوف لوگوں (باطل فرقوں والے) سے مناظرے کرنے کی نیت سے علم دین حاصل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

فقہاء نے بھی اس حقیقت کو سمجھا ہے اور جو بات اس حدیث میں بیان کی گئی ہے

اس کی وضاحت کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا ہے کہ جس طرح اَہلِ اَھواء (باطل نظریات رکھنے والے) کو امام بنانا مکروہ ہے اسی طرح جو شخص اَہلِ اَھواء سے مناظرہ کرتا ہو (یعنی اس میں حدِ شرعی سے تجاوز کرتا ہو) اس کو بھی امام بنانا مکروہ ہے، چنانچہ علامہ ابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:

وروى محمد عن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله: أن الصلاة خلف أهل الأهواء لا تجوز، وبخط الحلواني: تمنع الصلاة خلف من يخوض في علم الكلام ويناظر أصحاب الأهواء، كأنه بناه على ما روي عن أبي يوسف أنه قال: لا يجوز الإقتداء بالمتكلم وإن تكلم بحق، قال الهندواني: يجوز أن يكون مراد أبي يوسف رحمه الله من يناظر في دقائق علم الكلام، وقال صاحب المجتبى: وأما قول أبي يوسف: لا تجوز الصلوة خلف المتكلم، فيجوز أن يريد الذي قرره أبو حنيفة حين رأى ابنه حمادا يناظر في الكلام فنهاه، فقال: رأيتك تناظر في الكلام وتنهاني؟ فقال: كنا نناظر وكأن على رؤوسنا الطير مخافة أن يزل صاحبنا، وأنتم تناظرون وتريدون زلة صاحبكم، ومن أراد زلة صاحبه فقد

أراد كفره، فهو قد كفر قبل صاحبه، فهذا هو الخوض المنهي عنه، وهذا المتكلم لا يجوز الاقتداء به، واعلم أن الحكم بكفر من ذكرنا من أهل الأهواء مع ماثبت عن أبى حنيفة والشافعي رحمهم الله من عدم تكفير أهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله أن ذلك المعتقد نفسه كفر، فالقائل بما هو كفر وإن لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا في طلب الحق، لكن جزمهم ببطلان الصلوة خلفه لا يصحح هذا الجمع، اللّٰهم إلا أن يراد بعدم الجواز خلفهم عدم الحل أى عدم حل أن يفعل، وهو لا ينافي الصحة، وإلا فهو مشكل، والله سبحانه وتعالىٰ أعلم (فتح القدير: ۱-۳۰۴).

خلاصہ: علامہ ابن الہمامؒ کی طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر چہ نماز ہر مسلمان کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے لیکن مسلمان باطل فرقہ والوں میں سے کسی کو امام بنانا جائز نہیں ہے، اور جس طرح بدعتی اور باطل فرقہ سے تعلق رکھنے والے کو امام بنانا جائز نہیں اسی طرح جو شخص ان سے مناظرہ کرتا ہو اسے بھی امام بنانا درست نہیں اگر چہ وہ حق بات ہی کیوں نہ کہے، کیونکہ اب مناظرہ کرنے والے شرعی حدود کی رعایت نہیں

کرتے اوران کی نیت بھی بالعموم درست نہیں ہوتی۔

۳. أو يصرف به وجوه الناس إليه

(یااس علم کے ذریعہ لوگوں کے چہروں کواپنی طرف پھیرے)

حدیث شریف میں تیسری بات یہ ارشاد فرمائی گئی کہ جو شخص علم دین اس لیے حاصل کرے گا کہ میں لوگوں کے چہرے اپنی طرف پھیردوں، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

اس تیسرے جملہ کا حاصل بھی یہ ہے کہ علم دین تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اپنی دنیاوآخرت درست کرنے کے لیے حاصل کرنا چاہئے اب اگر کوئی شخص یہ علم دین اس لیے حاصل کرے گا کہ اسے مخلوق کی توجہ حاصل ہوجائے، لوگ اس کی عزت کریں، اسے معاشرہ میں بلند مقام حاصل ہوجائے، وہ جہاں جائے لوگ اس کا استقبال کریں، اسے عزت کے ساتھ اونچے مقام پر بٹھایا جائے، لوگ اس کی باتیں غور سے سنیں، راہ چلتے لوگ مڑمڑ کر اسے دیکھیں، اس کے ہاتھ چومے جائیں اس کے جوتے سیدھے کیے جائیں جو کام وہ کسی کو کہہ دے تو لوگ اس کی فرمائش فوراً بجالائیں، اسے ہدیہ دینے کو لوگ اپنی سعادت سمجھیں وغیرہ وغیرہ، تو یہ سب کچھ مخلوق پرستی ہے، خدا پرستی نہیں ہے، یہ مخلوق کو راضی کرنا ہے خدا کو راضی کرنا نہیں، علمِ دین کا یہ حصول مخلوق کے لیے ہے اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، لہٰذا ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کردے گا (أعاذنا الله من ذلک)۔

جتنی خواہشات اوپر ذکر کی گئی ہیں ان سب کا خلاصہ دو چیزیں ہیں: حبِّ مال، اور

حبِّ جاہ۔ اور کسی بھی دیندار شخص، عالم یا بزرگ کے دین کو خراب کرنے والی بنیادی طور پر یہی دو چیزیں ہیں کہ انسان کو مال کی اور شہرت کی ایسی محبت ہو کہ وہ دینداری، یا علم دین کو نعوذ باللہ مال اور شہرت حاصل کرنے کے لیے استعمال کرے تو اس میں اس کے دین کی بڑی تباہی ہے۔

رحمتِ عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت ایک اور حدیث شریف میں اس طرح بیان فرمائی ہے:

ما ذئبان جائعان أرسلا فی غنم بأفسد لها من حرص المرء علی المال و الشرف لدینه (رواه الترمذی و الدارمی، مشکوة، مرقاة: ۹/۳۶۵).

یعنی دو بھوکے بھیڑیئے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنی خرابی برپا نہیں کریں گے جتنا کہ آدمی کے دین کو دو چیزیں خراب کرتی ہیں، آدمی کا مال پر حریص ہونا، اور عزت کا حریص ہونا۔

بھیڑیئے کھاتے کم ہیں، درندگی کا مظاہرہ زیادہ کرتے ہیں، اگر بھیڑیئے بھوکے ہوں تو ان کی درندگی اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور بکریوں کے پورے کے پورے گلہ کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں، اسی طرح جب آدمی ہر وقت مال اور شہرت کا طلبگار رہے تو مال اور شہرت کی یہ حرص اس کے دینی اعمال اور دینی نظریات کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

اگر کوئی شخص مال اور شہرت کا بھوکا ہو اور اس کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں یہ

بھوک موجود ہو، اس کے تحت الشعور اور لاشعور میں یہ بھوک کروٹیں بدلتی رہتی ہو تو ایسا شخص اپنے دین، اپنے دینی علوم اور دینی اعمال کو بھی نعوذ باللہ اختیاری یا غیر اختیاری طور پر، شعوری یا لاشعوری طور پر، مال اور شہرت کے حصول کے لیے استعمال کرتا رہتا ہے اور یہ بھوک اس کے تمام دینی اعمال کو تباہ و برباد کر کے چھوڑتی ہے، اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے دین کو سب سے زیادہ خراب کرنے والی دو چیزیں ہیں ایک مال کی حرص اور دوسری شہرت کی خواہش۔

حتیٰ کہ علماء کرام اور صوفیاء رحمہم اللہ کے نزدیک دینی شہرت کا طلبگار ہونا بھی مخلوق پرستی ہے، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وقد قالت السادة الصوفية رحمهم الله تعالىٰ
إن آخر ما يخرج من رأس الصديقين محبة الجاه
فإن الجاه ولو كان فی الأمور العلمية والعملية
والمشيخة والحالات الكشفية فمن حيث النظر
إلى المخلوق والغفلة عن الغيرة الربوبية.....
يحجب السالک عن الخلوة فی الجلوة بوصف
البقاء بالله والغناء عما سواه، هذا وقد روى
صاحب الكشاف فی ربيع الأبرار عن ابن مسعود
رضی الله عنه يكون الرجل مرائيا فی حياته وبعد

موتـه قيل كيف ذاك؟ قال يحب أن يكثر الناس في جنازته (مرقاة شرح مشكوة: ۹/ ۵۶۳).

''اونچے درجے کے صوفیاء کرام رحمہم اللہ کا فرمانا ہے کہ صدّیقین کے (دل و) دماغ سے بھی جو خرابی سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ شہرت کی خواہش ہے کیونکہ حبّ جاہ (مرتبہ ومنصب کی محبت) خواہ دینی علوم کے میدان میں ہو یا عملی اعمال کے بارے میں اسی طرح اپنے شیخ ہونے کے بارے میں ہو، یا اپنے کشف وکرامات کی رغبت میں ان میں چونکہ مخلوق پر نظر اور ربّ کریم سبحانہ وتعالیٰ سے غفلت کا پہلو موجود ہوتا ہے اس لیے یہ خواہشات دینی راستہ پر چلنے والے کو''خلوۃ فی الجلوۃ'' کی نعمت سے محروم کردیتی ہیں جبکہ سالک کو چاہئے تھا کہ وہ ''ماسوی اللہ'' سے فناء اختیار کرکے ''بقاء باللہ'' کا راستہ اختیار کرتا[1]، صاحب الکشاف نے ''ربیع الأبرار'' نامی کتاب میں سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بعض اوقات آدمی زندگی میں بھی ریاکار ہوتا ہے اور اپنے مرنے کے بعد بھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ یہ

---

[1] یہ وہی بات ہے جو حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ اور دوسرے اکابر علماء دیوبند سے بار بار مروی ہے کہ اس طریق میں اول فنا ہے اور آخر فنا ہے، یعنی اپنی ناجائز نیتوں اور تمناؤں اور خواہشات کو فنا کرکے اخلاص للہ تعالیٰ کا اہتمام کرنا۔

کیسے ہوگا؟ فرمایا آدمی یہ خواہش رکھے کہ لوگوں کی بڑی تعداد اس کے جنازہ میں آئے''۔[1]

خلاصہ:

اب اس تفصیل سے نتیجہ یہ نکلا کہ علم دین حاصل کرنے میں اگر یہ تین نیتیں ہوں گی تو علم دین کا فائدہ نہ ہوگا بلکہ ان نیتوں کی خرابی کی وجہ سے آخرت کی سخت پکڑ کا اندیشہ ہے۔

۱۔ بڑے بڑے علماء کے ساتھ برابری اور ان سے آگے بڑھنے کی خواہش۔

۲۔ باطل، بے وقوف لوگوں کے ساتھ مناظرہ، مقابلہ اور مخاصمت کی نیت۔

۳۔ مخلوقِ خدا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی نیت کہ مجھے انسانی معاشرہ میں بلند دینی مقام حاصل ہو جائے۔

لہٰذا ہر طالب علم پر لازم ہے کہ وہ کوشش کر کے ان تینوں قسم کی نیتوں سے اپنے دل و دماغ کو صاف کرے۔ اِس صفائی اور ذہنی طہارت میں اور شعور یا تحت الشعور میں دبی ہوئی ایسی پوشیدہ خواہشات کو نکالنے میں اگرچہ تھوڑا یا زیادہ وقت لگ سکتا ہے لیکن انہیں دل و دماغ سے نکالنا ضروری ہے، کیونکہ جب تک یہ بدنیتیں موجود ہیں اخلاص کامل حاصل نہیں ہو سکتا، جبکہ اخلاص تمام نیک اعمال کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط ہے۔

---

[1] صحابی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد اصل ضرورت حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ رحمت اور مغفرت کا معاملہ فرمائیں، خواہ لوگ جنازہ میں کم آئیں یا زیادہ، اگر لوگ جنازہ میں زیادہ ہوں لیکن بالفرض رحمت اور مغفرت کا معاملہ نہ ہو سکے تو اس مرحوم کو لوگوں کی کثرت کا کیا فائدہ ہوگا؟

جب یہ نیتیں ختم ہو جائیں گی اور علمِ دین کا حصول صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے، اپنی دنیا و آخرت درست کرنے اور رحمت و مغفرت حاصل کر کے جنت تک پہنچنے کے لیے ہوگا اس وقت اسے ان تمام اکابر علماء، فقہاء اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے علوم کی برکات حاصل ہوں گی جن کا وہ نام لیوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیت کی خرابیوں سے نجات عطا فرمادیں اور اخلاصِ کامل لوجہ اللہ تعالیٰ کی دولت عطا فرما کر اپنے مخلص بندوں میں شامل فرمادیں۔ آمین یا رب العالمین۔

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ

۱۰ ر شوال ۱۴۳۰ھ

مذکورہ حدیث شریف کی علمی تحقیق

نوٹ: اس حدیث شریف کی سند کی تحقیق احقر کی فرمائش پر عزیز مکرم مولوی محمد احمد رضا سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی تھی جب وہ جامعہ دارالعلوم کراچی میں تخصص فی الافتاء سال سوم کے طالب علم تھے، یہ تحقیق آخر میں منسلک ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ درج ذیل حدیث کونسی کتبِ احادیث میں مذکور ہے اور اس کا درجہ صحت اور ضعف کے لحاظ سے کیا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم لیماری بہ العلماء أو لیماری بہ السفہاء أو یصرف بہ وجوہ الناس إلیہ أدخلہ اللہ النار (مشکوۃ: ۳۴/۱ قدیمی کتب خانہ) المستفتی: عبد اللہ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

مذکورہ بالا حدیث شریف مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد کتبِ حدیث میں مرفوع، موقوف ومقطوع تینوں طرح منقول ہے، معروف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اُجمعین حضرت کعب بن مالک، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معاذ، حضرت انس بن مالک، حضرت حذیفہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم اجمعین نے اس حدیث کو ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ موقوفاً منقول ہے، جبکہ مشہور تابعی حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ "مرسلاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور "مقطوعاً" (یعنی ان کے اپنے قول کے طور پر بھی منقول ہے، اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(الف)۔ مرفوع روایات

ا:۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درجِ ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

حدثنا أبو الأشعث أحمد بن المقدام العجلی البصری، حدثنا أمية بن خالد، حدثنا إسحاق بن يحيى بن طلحة، حدثنی ابن كعب بن مالك عن أبيه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَآءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَآءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ، أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ (الجامع السنن مع شرحه تحفة الأحوذی ۷/۴۵۰، کتاب العلم، باب

ماجاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا، دار الکتب العلمیة بیروت).

اس کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ”هذا حديث غريب، لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وإسحاق بن يحيى ليس بذاك القوى عندهم، تكلم فيه من قبل حفظه“۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے ”مستدرک“ میں درج ذیل طریق سے روایت کی ہے:

حدثنا أبو بكر بن إسحاق الفقيه، أنبأ الحسن بن علي بن زياد، ثنا ابن أبي أويس حدثني أخي عن سليمان بن بلال عن إسحاق بن يحيى بن طلحة عن عبد الله بن كعب بن مالك عن أبيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلّم قال: من ابتغى العلم ليباهي به العلماء أو يماري به السفهاء أو يقبل إفادة الناس إليه فإلى النار. (۱/ ۱۶۱، کتاب العلم دار الکتب العلمیة بیروت)

اس کی سند کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے، اور یہ تبصرہ کیا ہے:

لم يخرج الشيخان لإسحاق بن يحيى شيئًا، وإنما جعلته شاهدا لما قدمت من شرطهما، وإسحاق بن يحيى من أشراف قريش.

امام حاکم رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا طریق سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو

''شعب الایمان'' (۲/ ۲۸۳، باب فی نشر العلم، دار الکتب العلمیة) میں روایت کیا ہے، اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو ''المعجم الکبیر'' میں درج ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا العباس بن الفضل الأسفاطی ثنا خالد بن مزید العمری ثنا إسحاق بن یحیی بن طلحة عن ابن کعب بن مالک عن أبیه قال: قال رسول الله صلی الله: من طلب العلم لإحدی ثلاث: یماری به السفهاء أو یباهی به العلماء أو یستجیر وجوه الناس إلیه، فقال فیه کلاما شدیدا (۱۹/ ۱۰۰، مطبعة الإمامة، بغداد).

تاہم حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے مذکورہ بالا تمام طرق میں ''اسحاق بن یحیی بن طلحہ'' راوی موجود ہیں جن کی وجہ سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس سند کے ''ضعف'' کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

۲:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ''السنن'' کے مقدمہ میں مذکورہ حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے درجِ ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

حدثنا محمد بن إسماعیل قال: أنبأنا وهب بن إسماعیل الأسدی قال: حدثنا عبد الله بن سعید المقبری عن جده عن أبی هریرة رضی الله عنه قال:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من تعلم العلم لیباھی بہ العلماء ویماری به السفھاء و یصرف به وجوہ الناس إلیه، أدخله الله جھنم (۱/۵۱، حدیث ۲۵۴، باب ثواب معلم الناس الخیر، شرکة الطباعة السعودیة، الریاض).

اس سند کے بارے میں امام بوصیری رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے:

ھذا إسناد ضعیف لاتفاقھم علی ضعف عبد الله بن سعید (مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه ۱/۳۸، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، دار العربیة بیروت).

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ''السنن'' کے مقدمہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن یحیی قال: حدثنا ابن أبی مریم قال: أنبأنا یحیی بن أیوب، عن ابن جریج عن أبی الزبیر عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لا تعلموا العلم لتباھوا به العلماء، ولتماروا به السفھاء، ولا تخیروا به المجالس، فمن فعل ذلک فالنار النار. (۱/۲۶، باب الانتفاع بالعلم والعمل به، ایضا).

اس سند کو علامہ عراقی رحمہ اللہ نے ''علی شرط مسلم'' قرار دیا ہے، (اتحاف السادة المتقين ١/٥٧، كتاب العلم، الباب السادس، دار الكتب العلمية).

نیز اس سند کے بارے میں امام بوصیری رحمہ اللہ کا تبصرہ درج ذیل ہے:

هذا إسناد رجاله ثقات على شرط مسلم (١/٣٧، أيضا).

اسی طریق سے اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الصحیح'' میں نقل فرمایا ہے (دیکھئے: الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، للعلامه ابن بلبان رحمه الله، ١/١٤٧، كتاب العلم، ذكر وصف العلم الذى يتوقع دخول النار فى القيامة لمن طلبه، مؤسسة الكتب الثقافية بيروت) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''المستدرک'' (١/١٦١، كتاب العلم، أيضا) میں نقل فرمایا ہے اور اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے، انہی کے حوالے سے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے ''شعب الایمان'' (٢/٢٨٢، باب فى نشر العلم، أيضا) میں نقل کیا ہے۔

۴۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے درجِ ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا أحمد بن المعلى الدمشقى ثنا هشام بن عمار ثنا عمرو بن واقد ثنا يزيد بن أبى مالك عن شهر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم عن معاذ بن جبل رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

من طلب العلم ليباهی به العلماء ويماری به السفهاء فی المجالس لم يرح رائحة الجنة (المعجم الكبير: ۶۶/۲۰، أيضا).

اس سند کے بارے میں امام ہیثمی رحمہ اللہ نے درج ذیل تبصرہ فرمایا ہے:

وفيه عمرو بن واقد، وهو ضعيف، نسب إلى الكذب. (مجمع الزوائد ۲۴۹/۱، كتاب العلم، باب فيمن طلب العلم لغير الله، دار الكتب العلمية بيروت).

۵۔ حضرت أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

حضرت أنس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ امام طبرانی رحمہ اللہ نے "المعجم الاوسط" میں نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی قال: حدثنا الحسن بن علی الحلوانی قال: حدثنا سليمان بن زياد الواسطی، قال: حدثنا أبو معاوية، قال: حدثنا قتادة عن أنس بن مالك رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من تعلم العلم ليباهی به العلماء أو يماری به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه فهو فی النار، (۳۳۱/۶، حديث: ۵۷۰۴، مكتبة المعارف، الرياض).

اور امام بزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ''المسند'' میں اسی سند سے الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اس طرح نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن موسى القطان ثنا سليمان بن زياد الواسطى .... عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ومن طلب العلم ليباهى به العلماء ويمارى به السفهاء ويصرف وجوه الناس إليه فهو فى النار (كشف الأستار عن زوائد البزار ۱/۱۰۱، كتاب العلم، باب من طلب العلم لغير الله، مؤسسة الرسالة، بيروت).

البتہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا طریق کی تخریج کے بعد فرمایا ہے:

لم يرو هذا الحديث عن قتادة إلا شيبان، تفرد به سليمان بن زياد الواسطى، ولا يروى عن أنس إلا بهذا الإسناد (أيضا).

جبکہ امام بزار رحمہ اللہ کا فرمانا ہے کہ:

لا نعلمه يروى عن أنس إلا بهذا الإسناد، تفرد به سليمان ولم يتابع عليه، ورواه عنه غير واحد (أيضا).

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مجمع الزوائد'' (۱/۲۴۹ أيضا) میں اسی تبصرہ کو نقل کرتے ہوئے ''سلیمان بن زیاد'' کے بارے میں فرمایا ہے:

وقال صاحب الميزان: لا ندرى من ذا.

جبکہ حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو ایک اور طریق سے امام ابونعیم رحمہ اللہ نے ''معرفة الصحابة'' میں نقل کیا ہے، جس کی سند اور الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

حدثنا أبو بحر محمد بن الحسن بن كوثر حدثنا محمد بن غالب بن حرب ثنا أبو يوسف يعقوب بن قاسم الطلحي ثنا عثمان بن مطر ثنا أبو هاشم الرماني عن أنس بن مالك رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من طلب العلم ليماري به الفقهاء أو يكاثر به العلماء أو يصرف به وجوه الناس إليه فليتبوأ مقعده من النار (۲/۲۱۲، حديث ۸۲۲، أنس بن مالك، مكتبة الدار، المدينة المنورة).

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ''السنن'' کے مقدمہ میں درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

حدثنا هشام بن عمار قال: حدثنا حماد بن عبد الرحمن قال: حدثنا أبو كرب الأزدي عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما عن النبيّ صلى الله عليه وسلم قال: من طلب العلم ليماري به

السفهاء أو ليباهي به العلماء أو يصرف وجوه

الناس إليه فهو في النار. (۴۶/۱، باب الانتفاع

بالعلم والعمل به).

۷۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ہی ''السنن'' کے مقدمہ میں درج ذیل سند اور الفاظ

کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

حدثنا أحمد بن عاصم العباداني قال: حدثنا بشير

بن ميمون، قال: سمعت اشعث بن سوار عن ابن

سيرين عن حذيفة رضي الله عنه قال: سمعت رسول

الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تعلموا العلم لتباهوا به

العلماء أو لتماروا به السفهاء أو لتصرفوا وجوه الناس

إليكم، فمن فعل ذالک فهو في النار (۱/۵، باب ثواب

بعلم الناس الخير، أيضا).

اس پر امام بوصیری رحمہ اللہ کا کلام درج ذیل ہے:

هذا إسناد ضعيف، فيه بشير بن ميمون، قال ابن

معين: أجمعوا على طرح حديثه، وقال البخاري: منكر

الحديث، متهم بالوضع (۳۸/۱، أيضا).

جبکہ حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ''تاریخ بغداد'' میں درج ذیل

الفاظ اور سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے:

أخبرنا أبو القاسم عبد الرحمٰن بن محمد بن عبيد الله السراج النيسابوري حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم، حدثنا أبو أمية الطرسوسي حدثنا الوليد بن صالح النحاس حدثنا أبو بكر الداهري حدثنا عطاء بن عجلان عن نعيم عن أبي هند عن ربعي بن حراش عن حذيفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من طلب العلم ليباهي به العلماء أو ليماري به الجهلاء أو ليقبل الناس إليه بوجوههم، فله النار (۹/ ۴۴۷، ۴۴۶، ترجمة عبدالله بن حكيم الداهري، دار الكتاب العربي بيروت).

البتہ اس سند کے ایک راوی ابوبکر داہری پر محدثین کا کلام ہے جس کو خود حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی موقع پر ذکر بھی کیا ہے۔

۸۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت

امام طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''المعجم الکبیر'' میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درج ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ روایت کی ہے:

حدثنا أبو الجهم عمرو بن حازم ثنا سليمان بن

عبد الخالق بن زيد عن أبيه عن محمد عبد الملک بن مروان عن أبيه عن أم سلمة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم: من تعلّم العلم ليباهى به العلماء ويمار ى به السفهاء فهو فى النار (٢٣/٢٨٤، مطبعة الإمامة، بغداد).

اس سند پر علامہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو علامہ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقل فرمایا ہے:

قال العراقى: وأما حديث أم سلمة فرواه الطبرانى........ وعبد الخالق بن زيد بن واقد منكر الحديث، قاله البخار ى، وعبد الملک بن مروان أورده الذهبى فى الميزان، وقال: أنى له العدالة! وقد سفک الدماء وفعل الأفاعيل.

اس پر علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے درج ذیل اضافہ فرمایا ہے:

قلت: عبد الخالق المذكور قال الذهبى فى الديوان: قال النسائى: ليس بثقة، وقوله : أنى له العدالة الخ صحيح، ولكن قد يقال: يحتمل أنه تحمل هذا الحديث فى حال استقامته قبل أن تصدر منه الأفاعيل (اتحاف السادة المتقين: ١/٥٧٢، كتاب

العلم، الباب السادس).

(ب) موقوف روایت

امام دارمی رحمہ اللہ نے اس کے ہم معنی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً درج ذیل الفاظ اور سند کے ساتھ نقل کی ہے:

أخبرنا أبو عبيد القاسم بن سلّام ثنا أبو إسماعيل -- هو إبراهيم بن سليمان المؤدب-- عن عاصم الأحول عمن حدثه عن أبي وائل عن عبد الله رضي الله عنه قال من طلب العلم لأربع دخل النار أو نحو هذه الكلمة: ليباهي به العلماء، أو ليماري به السفهاء أو ليصرف به وجوه الناس إليه، أو ليأخذ به من الأمراء

(سنن الدارمي: ۱/ ۱۰۹ حديث: ۳۷۳، المقدمة، باب التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله، دار القلم دمشق).

واضح رہے کہ ایسے مواقع پر "موقوف" بھی معنیً "مرفوع" ہوتی ہے، تاہم اس سند میں "عمن حدثه عن أبي وائل" ایک واسطہ غیر معروف ہے جس کی بناء پر یہ سند "منقطع" ہوگی۔

(ج) مرسل اور مقطوع روایت

جلیل القدر تابعی حضرت مکحول رحمہ اللہ سے یہ حدیث "مرسل" (یعنی کسی صحابی کے واسطے کے بغیر براہِ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حیثیت سے)

اور ''مقطوع'' (یعنی ان کا اپنا قول ہونے کی حیثیت سے) دونوں طرح منقول ہے:

۱۔ مرسل روایت:

امام دارمی رحمہ اللہ نے ''السنن'' میں درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ یہ مرسل روایت نقل کی ہے:

أخبرنا يحيى بن بسطام عن يحيى بن حمزة حدثني النعمان عن مكحول قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من طلب العلم ليباهي به العلماء أو ليماري به السفهاء أو يريد أن يقبل بوجوه الناس إليه أدخله الله جهنم. (۱/۱۱۰، ۱۱۱ حديث: ۳۸۰، أيضا).

۲۔ مقطوع روایت:

امام دارمی رحمہ اللہ نے ہی ''السنن'' میں حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مقطوع روایت درج ذیل سند اور الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

أخبرنا محمد بن يوسف عن سفيان عن برد بن سنان وأبي العلاء عن مكحول قال: من طلب العلم ليماري به السفهاء وليباهي به العلماء أو ليصرف به وجوه الناس إليه فهو في نار جهنم (۱/۱۱۰، أيضا).

خلاصۂ کلام

اس حدیث کے مذکورہ بالا تمام طرق وروایات کی انفرادی حیثیت اور ان پر

محدّثینِ کرام کے کلام سے (جو ماقبل میں گزر چکا ہے) یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث معنًی تو ''صحیح'' ہے، جیسا کہ ''صحیح ابن حبان'' وغیرہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے، اور جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے تو اگرچہ مختلف روایات کے مختلف الفاظ ہیں لیکن سب روایات ایک ہی معنی پر دلالت کرتی ہیں اور ہر روایت کے الفاظ دوسری روایت کے الفاظ کی تائید کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معنًی ''صحیح'' ہونے کے ساتھ ساتھ الفاظ کے اعتبار سے یہ روایت ''حسن لغیرہ'' کے درجہ میں ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم بالصواب.

محمد احمد رضا

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴۔

۱۴۳۰/۹/۱۹ھ

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

حصہ اول و دوم

جس میں اسلام کے عقائد کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے
اور جدید وقدیم فلاسفہ اور ملاحدہ کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے

مولفہ

استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ

ناشر

ادارہ اسلامیات

کراچی ۔ لاہور